

شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد نوشہرہ

اُمت کا سرمایہ حیات لٹ گیا شیخ الحدیث مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت

موت کے ہاتھوں سے مٹ سکتا اگر نقشِ حیات
عام یوں اس کو نہ کر دیتا نظامِ کائنات
غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دوانہ مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

- ان کی شہادت کی خبر نے صاعقہ بن کر پوری اُمت کو سوگوار کر دیا
- ان کی صحبتیں اور مجالس دل و دماغ کو شاد اور فخر و نازش کے جذبات کو سرشار کرتی رہیں
- شیطانی قوتوں اور بے دین حکمرانوں کی مذموم سازشیں ان کے صبر و استقامت کی چٹان سے ٹکرا کر پاش ہوتی رہیں
- شہادت ان کا مطلوب و مقصود تھا
- ان کی حیات و وفات دونوں قابلِ رشک ہیں
- نقطہ نظر، حرفِ تمنا اور شورِ پیہم

۲ نومبر ۲۰۱۸ء کی عصر کے بعد عزیزم محمد طیب سلمہ ربہؒ نے اچانک خبر دیتے ہوئے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحقؒ کو شہید کر دیا گیا ہے، ایسی اچانک اور بھیانک خبر دل ماننے کو ہرگز تیار نہ تھا میں نے کہا، بیٹے! خاموش رہو، یہ ہوائی کسی نے اُڑائی ہوگی محمد طیب سے مکالمہ ختم ہوا تو برادر محترم الحاج محمد اسد نے فون کیا اور کہا کہ میڈیا کے تمام چینل مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کی خبر دے رہے ہیں اس کے بعد تو ٹیلی فونک رابطوں پر جگہ جگہ سے اطلاعات اور خبر کی صداقت معلوم کرنے کیلئے رابطہ کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا میں استعجاب اور غم و اندوہ کے ملے جلے جذبات کے درمیان کچھ ہکا بکا سا

رہا۔ ابھی چند لمحے گزرے تھے کہ جامعہ ابو ہریرہ کے مشائخ و اساتذہ میرے گھر کے دروازے پر پہنچ گئے باہر نکلا، حقیقت سے آگاہی ہوئی سب غم و اندوہ سے ساکت و صامت اور دم بخود تھے میرے پاؤں تلے زمین نکل گئی ادھر طلبہ جو حیرت اور سراپا جسمہ گریہ و بکاء بن گئے تھے اساتذہ نے انہیں مسجد میں بلا لیا اور مجھے کہا کہ طلباء آگاہ ہو گئے ہیں غمزدہ ہیں انہیں تسلی دیں میں نے خطبہ پڑھا جذبات بے قابو تھے بات کرنے کا یارا نہ تھا چند جملے ابھی نہ کہہ پایا تھا کہ طلبہ کی چیخیں نکل گئیں۔

اُمت کا سرمایہ حیات

اس خبر و شہادت اثر کو اچانک اور بغیر کسی ذہنی آمادگی کے سن کر سب کے دل دھک سے رہ گئے اور ایسا لگا جیسے کسی نے نہ صرف میرا ہی نہیں بلکہ پوری اُمت کا سرمایہ حیات لوٹ لیا ہے آثار و قرآن اور میڈیا کی اطلاعات سے خبر کی سچائی کے باوصف دل کی گہرائیوں میں معایہ معصوم خیال مسلسل پیدا ہوتا رہا کہ کاش! یہ خبر غلط ہو، لیکن تمام ذرائع، میڈیا کے تمام چینلوں اور دارالعلوم حقانیہ کے دفتر سے یہ تحقیق ہو گئی کہ محدث جلیل شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق، حقانی برادری، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ و طلبہ، اپنی نسبی اور روحانی اولاد بلکہ پاکستان کے تمام مسلمانوں کو یتیم سا چھوڑ کر خلعتِ خونِ شہادت پہن کر اپنے رب کے جوارِ رحمت میں جا چکے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون

فعال متحرک اور سرگرم شخصیت

ہر چند کہ مولانا سمیع الحق شہید چند ماہ قبل دل کا آپریشن کر چکے تھے ضعف و علالت اور مرض کے تمام تر اثرات کے باوصف معاصر علماء، سیاسی زعماء، عمائدین قوم و ملت اور دانشوروں کے درمیان ان کی ممتاز، فعال، متحرک اور سرگرم شخصیت کے پیش نظر اس خبر کی تصدیق میں خاصا تردد رہا اور یہ حادثہ ایک ناگہانی واقعہ محسوس ہوا خصوصاً اس لئے بھی کہ چار روز قبل ان کے ساتھ ”ساعتے با اہل حق“ کے لمحات حاصل تھے ان کے عزائم جو ان تھے حوصلے بلند تھے میرے دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں دل کے آپریشن کے بعد جوانی کے دلوں کے محسوس کرتا ہوں مولانا سمیع الحق شہید دم واپس تک سرگرمی زیت کی راہ پر محسوس رہے لیکن کیا کیا جائے جب کسی کی موت کا وقت معین آجاتا ہے تو ایک لمحہ کے لئے بھی مؤخر نہیں ہو پاتا ہماری خواہش، ضروریات اور توقعات اس کو نہیں ٹال پاتیں۔

فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ (الاعراف : ۳۴)

”چنانچہ جب ان کی مقررہ میعاد آجاتی ہے تو وہ گھڑی بھر بھی اُس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے“

احترام و محبت کی پہلی پُر شکوہ تصویر

میں ۱۹۷۱ء یعنی اپنی طالب علمی کے سال اول سے ماہنامہ ”الحق“ کا باقاعدہ قاری بن گیا تھا مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے وقیع تحریروں، اپنی واضح علمی عظمت اور علمی و ادبی اور مربوط مضامین کے مطالعہ سے میرے معصوم دل کے سادہ صفحے پر احترام و محبت کا پُر شکوہ شیش محل بنالیا تھا۔ ۱۹۷۵ء میں جامعہ دارالعلوم تھانیہ میں داخلہ لیا۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنی پُر رونق شکل و صورت سے میری نگاہوں میں بس گئے ان کی خوبصورت حسین تصویر دل پر نقش ہو گئی.....

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکا لی دیکھ لی

دلربائی و رعنائی

شعور و آگہی کے آئندہ دور میں جب حضرت سے تلمذ اور استفادے کے مواقع ملے، خدمت و رفاقت اور قربت کے مراحل سے گذرا تو یہ خوب اندازہ ہو گیا کہ معاصرین، اساتذہ و علماء اور قائدین کی طویل فہرست میں یہ وصف دلربائی و رعنائی مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے خصوصی امتیازات میں سے ہے۔
مولانا شہیدؒ سے میری بے پناہ محبت، وابستگی اور رشتہ تلمذ کی دوسری بنیاد ان کے علم و فضل کے ساتھ ساتھ، پاکستان میں اسلام کی سر بلندی، نفاذ شریعت کی جدوجہد اور اسلامی انقلاب کے برپا کرنے کے سلسلے میں ان کی بے پناہ کوششیں، مجاہدانہ مساعی، جہد مسلسل اور پیہم تگ و دو کا اعتراف و قدر دانی تھی جو وقت کیساتھ ساتھ میرے دل و دماغ کو شاد اور فخر و نازش کے جذبات کو سرشار کرتا گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں انبیاء، صدیقین، شہداء اور جمیع صالحین کے ساتھ جنت الفردوس سے نوازے۔

اصلاح انقلاب اُمت کے مساعی

اور یہ ایک طے شدہ اور قطعی حقیقت ہے کہ توفیقات، استعدادات اور صلاحیتیں مخلوق خدا میں صرف اور صرف اللہ ہی کی طرف سے حسب انتخاب ازل سے تقسیم ہوتی ہیں اور یہ بھی مسلم امر ہے کہ خالق لم یزل ہی حالات، ازمناہ اور اوقات کے تقاضوں کے مطابق غلبہ دین، ترویج شریعت اور اصلاح انقلاب اُمت کے لئے رجال کار پیدا کرتا ہے تو یقیناً یہ بھی مثل آفتاب و مہتاب ناقابل انکار سچائی ہے کہ خدائے عظیم و قدیر نے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو ایک جید عالم دین، ایک مجاہد و قائد، ایک سراپا مجسمہ جہاد اور بیدار مغز و باتوفیق بنا کر پیدا کیا تھا۔

اوصاف و کمالات

وہ قیام پاکستان سے تاہنوز طلاطم ہائے مصائب اور ابتلاءات میں گھری ہوئی کشتی ملت کے چیدہ وچیدہ سعادت مند ناخداؤں میں سے ایک تھے اللہ تعالیٰ نے ایسے زبردست اور ہمہ جہتی اوصاف و کمالات سے نوازا تھا جن میں معاصر علماء، زعماء ملت اور قائدین میں کوئی ان کا شریک نہ تھا یعنی علم و عمل، قلم و کتاب، گویائی و خطاب، ذہانت و جرأت اور جذبہ ترویج شریعت، اسی لئے پاکستان میں آزاد و سیکولر حکمران، قائدین، بے دینی کی تحریکات، فتنہ ہائے ضالہ بالخصوص قادیانیت کے بے لگام مذموم مساعی اور مغربی کلچر کی یلغار میں مذہب و عقیدہ پر عمل، نفاذ شریعت کی مساعی اور دینی مدارس کے قیام استحکام کی راہ میں درپیش مسائل و آزمائشیں شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور ان جیسے ذہین و جرأت مند بہادر و مجاہد علماء کی موجودگی میں اسلامیان پاکستان کیلئے حوصلہ شکن نہ بن سکیں کیونکہ انہوں نے پاکستان میں دینی قوتوں، مذہبی زعماء اور اسلامی تحریکات کے قائدین کو مسائل و مشکلات سے نمٹنے، اپنے اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے اور سیکولر سیاسی و قومی دھارے کی گردن پر لٹکتی ہوئی تلوار سے بچے رہنے کا حوصلہ دیا چنانچہ دفاع پاکستان کونسل سمیت تمام دینی قوتیں تمام تر حوصلہ شکن حالات کے باوجود خودداری و خود اعتمادی کے ساتھ زندہ رہنے کے جذبے سے سرشار تھے ملکی و قومی، حکومتی اور سیاسی زندگی کی بے حساب و بے رحم ناہمواریاں ان کی حکمت و دانائی، علمی و دینی اور سیاسی سوجھ بوجھ اور ان کے صبر و عزیمت کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتی رہیں اور ان شاء اللہ ان کے تلافیہ، نسبی و روحانی اپنا اور دینی قوتوں اور علماء کے جاری مساعی سے آئندہ بھی ناکام و نامراد ہوتی رہیں گی۔

اسلامی انقلاب کے گل بوٹے کھلیں گے

اگرچہ بظاہر تو ایک اُن دیکھی قوت نے خنجر کے پے درپے وار سے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحقؒ کو شہید کر دیا ہے مگر اس کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ شہید کا ایک قطرہ خون بڑے بڑے جفا شعار اور ستم گروں کے آتشکدہ کو لحوں میں ٹھنڈا کر کے رکھ دیتا ہے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی جاں فروشی نے پاکستان اور افغانستان میں شہادت کی ایک پوری فصل بہار اُگائی ہے۔ اس کی برکت سے آج دنیا بھر میں اسلامی انقلاب کے گل بوٹے کھل اور مہک رہے ہیں جن کی خوشبو ان شاء اللہ قیامت تک دنیا کو معطر کرتی رہے گی۔

شہادت ان کا مطلوب و مقصود تھا

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی علمی عظمت، اتالیقی رفعت، فکری وسعت اور دینی حمیت اپنی جگہ مسلم مگر میری ساری توجہ کا مرکز ان کا جذبہ جہاد، ذوق شہادت، طلب شہادت اور بالآخر دعائے شہادت رہا ہے۔ مولانا شہیدؒ محض مفکر، معلم اور صرف مجاہد ہی نہ تھے بلکہ شہادت ہی ان کا مقصود و مطلوب تھا۔

ساحل مراد کا نظارہ

ان کی جہادی فکر کی کشتی کا چہو جذبہ ایثار و شہادت سے معمور ہاتھوں میں تھا اس لئے کشتی کے سوار ایک ہی جگہ منجمد ہو کر نہ رہے بلکہ وہ دریا کی روانی کا لطف اٹھاتے رہے موجوں کی اٹھکیلیاں دیکھتے رہے لہروں کے مد و جزر سے آگاہ رہے، دریا کا سینہ چیر کر آگے بڑھنے کا مزہ چکھتے رہے اور ساحل مراد کا نظارہ بھی کرتے رہے وہ جذبہ جہاد اور شوق شہادت کے ولولے ہی ہیں جو الفاظ کو باقاعدہ زبان دیتے ہیں جو ان کی نوک کو خنجر و سنان اور پلک کو شمشیر و تیر بنا دیتے ہیں جو سیدھے ظالم جابر اور آمر حکمرانوں اور طاغوتی طاقتوں کے سینوں میں اتر جاتے ہیں۔

نقطہ نظر، حرف تمنا اور شورشِ پیہم

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ گوشہ نشین مفکر، بے جان لفظوں کے مصنف، اور چٹ پٹی تحریروں کے مؤلف نہیں تھے بلکہ انکا ہر خطاب، انکی گفتگو اور انکی ہر کتاب، صحیفہ انقلاب کا درجہ رکھتی ہے قارئین جانتے ہیں کہ میرے استاذ کی کتاب کا ہر باب، باب مزاحمت ہے ہر باب کا ہر عنوان نشانِ منزل ہے عنوان کی ہر سطر راہِ شوق ہے سطر کا ہر لفظ مجسم جہاد ہے لفظ کا ہر حرف، حرف تمنا ہے حرف کا ہر نقطہ باقاعدہ نقطہ نظر ہے اور نقطے کا ہر شوشہ شورشِ پیہم ہے جس نے نام نہاد حکمرانوں، ظالم جابر و آمر بادشاہوں کے تاج کو اچھال کر اور تخت کو ڈھال کر رکھ دیا۔

شہید کے قلم و زبان کی دلچسپ داستان

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنی تمام کتابوں میں قلم و کمان، تحریر و ادب اور تراکیب و استعارات کی بھرمار نہیں کی بلکہ ان میں تلوار رکھ کر اور بارود بھر کر رکھ دیا جب وہ پھٹا تو کاخ ہائے کجگلاہ اور ایوان ہائے شامی کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا، ان کی تقریریں اور تحریریں ریکارڈ میں محفوظ کرنے اور کتب خانوں کی زینت بنانے کیلئے نہیں بلکہ آتش بدامان مجاہدین کے لئے تھیں جنہوں نے اپنی اٹھلائی اور انگڑائی لیتی جوانیاں افغانستان کے معرکہ ہائے کارزار میں خاک و خون کی نذر کر کے حضرت معاوذ معوذ کی جوانی کی یادیں تازہ کر دیں۔

خون کی سرخی امنٹ ہوتی ہے

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے جس عنوان پر بھی کام کیا اسے دعوت و انقلاب اور تسلسل عمل کا مرقع بنا دیا روایتی سیاست دان تو اچھے خاصے جاندار موضوع، اور ایک کامیاب تحریک کو بھی موت کی اوڑھنی اوڑھا کر بوجھل لاش بنا دیتے ہیں۔ لیکن مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے مردہ لفظوں کو مسیحا بنا دیا جنہوں نے پوری قوم کو زندگی اور نئی روح سے آشنا کر دیا، ان کی شہادت نے وہ سارے اسرار و رموز کھول دیے ہیں جو کسی فلسفی سے حل نہ ہوئے اور کسی منطقی سے کھل نہ سکے قلم کی سیاہی مٹ سکتی ہے مگر خون کی سرخی امنٹ ہوتی ہے، قلم کی نگارشات صفحات کی زینت بنتی ہیں جبکہ خون شہید لوح کائنات پر ثبت ہو جاتا ہے جسے زمانہ مٹانا بھی چاہے تو نہیں مٹا سکتا۔

جب شہید ناموس رسالت کا خون نچوڑا گیا

کوئی مجھ سے یہ توقع رکھے کہ میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے خطبات کے حوالے دوں گا افسوس میں اس پر پورا نہیں اتر سکوں گا اس لئے خطبہ تو بس وہیں ختم ہو گیا جو امام حسینؑ نے کربلا میں دیا تھا اب تو اس پر عمل کی ضرورت ہے مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اس خطبے کی صداقت و حقانیت کو اپنی رگوں میں کشید کر لیا تھا جب نچوڑا گیا تو شہادت کا خون بن گیا، ان کے اپنے گھر میں ان کے بستر اور فرش پر بہنے لگا مگر اپنے ساتھ جبر و استبداد، ظلم و استکبار اور مظالم کے سارے ساز و سامان بہا لے گیا۔

انقلاب آفرین افکار کی ٹیکسال

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ماشاء اللہ علم کے ہر شعبے میں کمال درجہ حاصل کیا، قرآنیات، احادیث نبوی، فقہ و فتاویٰ، اقتصادیات و سیاسیات، ان تمام موضوعات پر مکمل عبور حاصل کیا، ملک و بیرون ملک کی لائبریریاں کھنگال ڈالیں بڑے بڑوں سے براہ راست اور بالمشافہ کتب فیض کیا مگر اپنے دماغ کو صرف کتب خانہ نہیں بنایا بلکہ ایسا ٹیکسال بنایا جہاں انقلاب آفرین افکار ڈھلتے تھے انہوں نے کائنات کا مطالعہ مقصد حیات کے زاویہ نگاہ سے کیا اور اس میں سے اپنا مقصد زیست ڈھونڈ نکالا۔

شہیدؒ نے عشق رسولؐ کو موضوعِ سخن اور مہبطِ عشق بنالیا

انہوں نے علوم نبوت پر تحقیق کی اور درس و تدریس کا شغل اپنایا اور اپنے لئے ”عشق رسولؐ“ کو موضوعِ سخن اور مہبطِ عشق بنالیا۔ وہ قرآن مجید کی تفسیر پڑھاتے رہے اور تفسیر لکھتے رہے قرآن کی ہر آیت اور علوم نبوت کی ہر حدیث سے خوئے دلبری بھی سیکھ لی، غرض کائنات کے گونا گوں

رنگ ہیں ہر رنگ نظر نواز اور دلاویز مگر سب الحق شہید کو ایک ہی رنگ پسند آیا اور وہ تھا جہد مسلسل اور اتحاد امت، وحدت ملت کی مسلسل مساعی اور شہادت کا رنگ، جو چوکھا بھی ہے اور گہرا بھی

جلوے تو بے شمار تھے اس کائنات میں

یہ اور بات ہے کہ نظر تم پر جم گئی

یہ قدم قدم بلائیں یہ سواد کوئے جاناں

دنیا کے کائنات اور زندگی کے سپاٹ خاکے میں جہاد و شہادت کا رنگ بھرنے کیلئے مولانا سب الحق شہید کن کن مصائب وآلام کا شکار ہوئے؟ یہ تو ہر اس شخص کا دل جانتا ہے جس کی اس کو بچے سے کبھی راہ و رسم رہی، جہاد و شہادت کا مشن بیک وقت غم جاناں بھی ہے اور غم دوراں بھی، ہر ایک غم سے نمٹنے کو عمر خضر درکار ہے۔ اس راہ میں ملامت کے کانٹے بھی ہیں جو پاؤں کو پھوڑا بنا دیتے ہیں حرص و ہوا کی جھاڑیاں بھی ہیں جو قدم قدم پر دامن سے الجھتی ہیں تشدد کی بھلیاں بھی ہیں جو چوبیس (۲۴) گھنٹے دہکتی رہتی ہیں ہر موڑ پر سولیاں بھی گڑی ہیں جو انجستی جو انیوں کو ڈاکٹرن بن کر نکل جاتی ہیں۔ چاہتوں، عزیز داریوں، دوستیوں، لذتوں اور امتگوں کی بیڑیاں بھی ہیں جو قدموں کو بوجھل بنا دیتی ہے مگر شہادت کے حریص نہ تحریص کے پھندے میں پھنستے ہیں نہ ترہیب کے کوڑے سے خوف کھاتے ہیں کیونکہ انہیں پہلے دن سے معلوم ہوتا ہے

یہ قدم قدم بلائیں یہ سواد کوئے جاناں

وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری

اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

شہادت کا تمہنی اس راہ میں پہلا قدم اٹھاتا ہے اسے یقین ہوتا ہے کہ کوئی مجھے بڑھ کر ہار پہنانے والا نہیں۔ کہیں سے زندہ باد کا نعرہ نہیں سنائی دے گا، کوئی خوش آمدید کہنے والا نہیں، کوئی دکھ بانٹنے والا نہیں، کوئی آبلوں پر پھاہا رکھنے والا نہیں، کوئی شجر سایہ دار نہیں، کہیں گھسی چھاؤں نہیں بلکہ وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے

اک آگ کا دیا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

حیات و وفات دونوں قابل رشک ہیں

ان کی آرزوئے شہادت ۲ نومبر کو برآئی جب حضرت حسینؑ کی سنت میں خود بھی جامِ شہادت نوش کر لیا اور اپنے من کی مراد بھی پالی۔ ہمارے ممدوم کی زندگی اور موت دونوں قابل رشک ہیں یعنی زندگی غلبہ اسلام کی جدوجہد میں گزری اور موت شہادت کی نصیب ہوئی، دراصل سامراج کے پجاری حکمرانوں کا مزاج شروع دن سے یہ رہا ہے کہ وہ عقل و استدلال اور حقیقت پسندی کے بجائے اپنا سارا کام دار و سن، قید و بند اور قتل و غارت سے چلاتے آتے ہیں اور ہمیشہ اس خوش فہمی میں جتلا رہتے ہیں کہ انسان جب نظر بند ہو گیا تو اس کا دماغ بھی بند ہو گیا، دل بھی بند ہو گیا اور جذبات بھی بند ہو گئے اب وہ کیا سوچے گا، کیسے سوچے گا؟ کیا تمنا کرے گا اور کیا عزم لے کر آگے بڑھے گا؟

ناموس رسالت کے دیوانوں کی ادائیں

حالانکہ تاریخ کا روزِ اول سے یہ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ جس طرح ”فرزانے“ حیلہ سازی سے باز نہیں آتے اسی طرح ”دیوانے“ بھی جان بازی سے کبھی نہیں رکتے۔

لیلائے شہادت کے مستانے

سوا یک ”خو“ حکمرانوں کی ہے اور ایک وضع افتادگانِ خاک کی ہے نہ وہ اپنی عادت بدلنے پر قادر، نہ یہ اپنی روایت چھوڑنے کو تیار۔ دنیا دار ارباب اقتدار سوچتے ہوں گے کہ آخر یہ ”شہید“ زندگی کا کیا لطف لیتے ہوں گے۔ حکمران دن کو خوب حکومت کا کاروبار کرتے ہیں اور رات کو حق کے متمنی شہادت سرد گرم سے بے نیاز اپنے مشن میں منہمک رہتے ہیں۔ ارباب اقتدار کی راتیں عزت کدوں میں بسر ہوتی ہیں اور متمنی شہادت جیل کے کسی کونے میں رات گزارتے ہیں، دنیا دار تخت اور ارباب تخت کے قرب میں سرگرداں رہتے ہیں اور متمنی شہادت اس کے سائے سے بھی دور اور نفور رہتے ہیں۔ ارکانِ حکومت کھٹکتے سکوں کی جھکار سے دل بہلاتے ہیں اور مجاہد، جھکڑیوں کی چھن چھن میں خوش رہتے ہیں۔ وزراء کسی پائل سے مسحور ہوتے ہیں اور لیلائے شہادت کے دیوانے اپنے ہی پاؤں میں پڑی بیڑیاں دیکھ دیکھ کر مسرور ہوتے ہیں۔ دنیا کے پجاری دوسروں سے چھین کو مطمئن ہوتے ہیں اور لیلائے شہادت کے تحین اپنا سب کچھ لٹا کر خوش ہوتے ہیں۔ ارکانِ حکومت وزارت کا عہدہ پا کر پھولے نہیں سماتے اور متمنی شہادت، شہادت کا مرتبہ پا کر اٹھلاتے نظر آتے ہیں دنیا داروں کی نظر میں شہادت کی راہ چلنے والے لذت، خوشی، لطف، کیف اور سرور سے محروم ہوتے ہیں اور شہداء کی رو میں

ایسے لوگوں کو متوجہ کر کے ان سے مخاطب ہوتی ہیں کہ

ایسے دیوانے تو نہ تھے جہاں سے گزرنے والے
ناصحا! پسند کرو راہ گزر تو دیکھو

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی تمنائے شہادت کا مفہوم یہ رہا کہ دولت، طاقت اور ذرائع ابلاغ کے زور پر ظالم کو وضع دار، اور مظلوموں کو آوارہ گرد ثابت نہ کیا جائے بونے کو قد آور اور صاحبِ قامت کو بے وقوف نہ بنایا جائے، علم اور تقویٰ کی جگہ بیساکھی اور کلفتی کو رواج نہ دیا جائے اور ہر شخص چڑے کا سکہ چلا کر وقت کا پچھ سکہ نہ بن جائے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا آخری پیغام

ان کا پیغام تھا کہ انقلاب میں کسی بیساکھی، کلفتی، کسی نو ہزاری اور وہ ہزاری، کسی نوابی اور معلیٰ انقلابی کی گنجائش نہیں ہوتی بلکہ اس کی بارگاہ میں صرف ایمان، تقویٰ، علم، عزیمت، روشن ضمیری، راست فکری اور خود آگہی کو شرف ملتا ہے۔

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی فکر جب ایسی ہو تو باطل قوتوں کو اپنی فکر کیوں نہ لگے؟ سو مولانا سمیع الحق شہیدؒ غلبہٴ اسلام کی فکر پیش کرتے رہے اور امر کی سامراج کے پجاری اپنے اقتدار کی فکر کرتے رہے۔ یوں ایک کشمکش جاری تھی سامراجی کارکن خنجر چلاتے رہے اور سمیع الحق شہیدؒ اپنا جگر آزماتے رہے بالآخر خنجر کی تیز دھاریں ان کے سینے میں پیوست ہو گئیں، اقتدار و استبداد کے متوالے خوش ہو گئے تاہم سمیع الحق شہیدؒ کی آخری ہنگامی قوم کے لئے گلابنگ میجا بن کر نوحۂ اقتدار کے بدمستوں کو پیغام دے گئی ہے

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتداء ہماری تیری انتہاء کے بعد

یہ ایک مسلم تاریخی حقیقت ہے کہ جب کوئی قوم یا فرد ملوکیت اور شاہی استبداد کے خلاف اٹھ کھڑا ہو، اور باطل قوتوں کے مقابلے میں سر اٹھاتا دکھائی دے تو وہ فوراً دہشت گرد بن جاتا ہے اور اگر اپنے حق خود ارادی سے دستبردار ہو جائے غیروں کا دست نگر بن جائے بڑی طاقتوں کا حاشیہ بردار رہے، اپنی آزادی اور استقلال سے نا آشنا رہے اور ہمیشہ سیاسی اور اقتصادی غلامی کا جوا اپنے

گلے میں ڈالے تو وہ روشن خیال، ترقی پسند اور ماڈرن کہلانے کا مستحق ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں امریکہ اور یورپ کی بالادستی کا قبول کیے رکھنا اور فرنگی تہذیب و معاشرت کا اسیر بنے رہنا روشن خیالی اور اس کے مقابلہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ غیر متزلزل وفاداری اور اعلاء کلمۃ اللہ کا اظہار اور جہاد کا نعرہ دہشت گردی قرار پاتا ہے۔

عالم کفر کی نگاہوں میں کانٹا

اہل مغرب کو ہماری داڑھی، پگڑی اور شکل و صورت سے بھی خطرہ ہے اور نظریہ حیات سے بھی۔ اسلام کے فیصلہ کن عقائد و نظریات کی موجودگی میں اہل یورپ ہم سے کبھی خوش اور مطمئن نہیں ہو سکتے، ان کے لئے بڑا چیلنج اسلام، جہاد، مجاہدین اور علماء حقانی ہیں۔ ان کی نفسیاتی اور عملی یلغار کا ہر راستہ اسلام اور اہل اسلام کی طرف جاتا ہے۔

مولانا سمیع الحق اسلام اور اسلامی نظام کے نفاذ کے علمبردار بھی تھے اور تحریک نفاذ شریعت کے محرک بھی، وہ جہاد کے حامی بھی تھے اور مجاہدین افغانستان کے استاد بھی۔ اس لئے مولانا سمیع الحق اپنی عالمانہ وضع قطع اور داعیانہ و مجاہدانہ کردار کے باعث امریکی اور یورپی دنیا کی نگاہوں میں کھٹکتے رہے۔ جنہیں بالآخر ایک منصوبہ بند سازش کے تحت بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا مگر ان کا مشن بھی زندہ ہے جامعہ دارالعلوم حقانیہ بھی قائم اور فضلاء حقانیہ بھی معرکہ کارزار میں مصروف جہاد ہیں۔

جامعہ حقانیہ کے مہتمم شیخ الحدیث مولانا انوار الحق نائب مہتمم مولانا حامد الحق، ماہنامہ الحق کے مدیر مولانا راشد الحق حقانی، مولانا اسامہ سمیع حقانی، مولانا خزیمہ سمیع حقانی جمیع برادران اور بھتیجے مولانا عرفان الحق، مولانا لقمان الحق، مولانا سلمان الحق حضرت شہید کے تمام نسبی و روحانی اہماء اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے جمیع فضلاء حکمت و تدبیر اور حالات کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت شہید کے مشن کو زندہ رکھیں گے۔

شل ایوان سحر مرقد فرداں ہو ترا! ثور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا!
آساں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزہ نورتہ اس گھر کی نگہبانی کرے